شیخ حبیب الرحمان بٹالوی

بیادِ شورش کاشمیری مرحوم

افسوس اکہ از قبیلۂ مجنوں کسے نماند !

ایوب خان کا دور تھا۔ مال روڈ لاہور کے بی این آر سنٹر میں حضرت زینب بنت زہراؓ کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے جناب مظفر علی شمسی نے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کو دعوت دی ان میں جناب سید امیرالدین قدوائی۔ جناب کوثر نیازی۔ جناب سلم بی اے کے علاوہ آغا شورش کاشمیری بھی مدعو تھے۔ صدارت اس دور کے وزیرِ قانون کی تھی۔ آغا صاحب سٹیج پر تشریف لائے۔ اور یوں تقریر کا آغاز کیا :

"مصر کے بازار میں حضرت یوسفؑ کی خریداری کا چرچا تھا۔ بڑے بڑے امیر اور رئیس مال و زر و جواہر کے ساتھ براجمان تھے کہ یوسفؑ کو خریدیں گے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا۔ کہ ان امراء کے درمیان بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس ایک بڑھیا بیٹھی ہے۔ اور اس کا کل سرمایہ جَو کے چند دانے ہیں جن کے عوض وہ بھی یوسفؑ کی خریداری کا دعویٰ کر رہی ہے۔ ایک شخص نے بڑھیا سے سوال کیا "مائی ! جہاں اتنے بڑے بڑے امیر کبیر ہیرے جواہرات لیکر آتے ہوئے ہیں۔ تو اُن کے مقابلے میں جَو کے چند دانوں کے عوض یوسفؑ کو کیسے خرید سکے گی"؛ بوڑھی خاتون نے جواب دیا۔ "بیٹا مجھے بھی معلوم ہے کہ میں جَو کے چند دانوں کے بدلے یوسفؑ کو نہیں خرید سکتی۔ میں صرف یوسفؑ کے خریداروں میں اپنا نام لکھوانے آئی ہوں"؛ بعینہٖ حضرت زینب بنتِ زہراؓ کی تعریف تو سلم بی اے۔ کوثر نیازی۔ امیرالدین قدوائی اور مظفر علی شمسی بیان کریں گے۔ میں تو اُن کے مدح خوانوں میں اپنا نام لکھوانے آیا ہوں۔

یہ کہہ کر آغا صاحب نے حضرت زینب بنت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خصائل حمیدہ اپنے مخصوص انداز اور سپےتلے الفاظ میں بیان کرنا شروع کئے۔ چلتے چلتے نگاہِ عقاب صدرِ جلسہ پر جا پڑی۔ آغا صاحب بے اختیار ہنس دیئے۔ سامعین بھی ہنسنے لگے۔ پریس ایکٹ نیا نیا نافذ ہوا تھا۔ آغا صاحب گویا ہوئے :

دراصل جب میں گھر سے چلا تھا۔ تو میرے ذہن میں خیالات کا ایک سمندر موجیں مار رہا تھا۔ کہ جلسہ میں سرکار کے آدمی بھی آ رہے ہیں۔ میرا پرچہ تو شاید حکام بالا تک نہ پہنچتا ہو۔ جلسے میں جو بات

کہوں گا۔ گورنر ہاؤس پہنچ ہی جائے گی۔ مگر کیا کیا جائے۔ یہ پابندیاں۔ زباں بندیاں اور نہ جانے کون کون سی ایسی زنجیریں ہیں کہ سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ پھر تھوڑے سے وقفے کے بعد فرمایا ...... "مگر سب سے بڑا جہاد کسی جابر اور ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔"

یہ فقرہ کہہ کر آغا صاحب جو شروع ہوئے بس وہ دیکھنے اور سننے کی چیز تھی۔ تقریر کا لب لباب آغا صاحب کی اس رباعی میں موجود ہے ؎

"ہر قلم احباب شورش مضطرب ہوتے ہیں کیوں
ماضیٔ مرحوم میں بھی یہ ستم ہوتے رہے
راست گفتاری پہ شاعر کی زباں کٹتی رہی
ہاتھ سچی بات لکھنے پر قلم ہوتے رہے"

آغا صاحب تقریر ختم کرنے کے بعد سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔ آخری خطاب جنابِ صدر کا تھا۔ ڈائس پر تشریف لائے اور اپنے سیکرٹری کی تحریر کی ہوئی تقریر پڑھنے سے پہلے یوں گویا ہوئے :

"بیشتر اس کے کہ میں موضوع پر اپنی معروضات پیش کر دوں۔ آغا صاحب سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ آغا صاحب! پریس ایکٹ ہر ایک کے لئے نہیں ہے۔ پریس ایکٹ اُن کے لئے ہے۔ جو ملک میں انتشار کی باتیں کرتے ہیں۔ آپ تو بہت اچھا لکھنے والے ہیں میں آپ کا پرچہ باقاعدہ پڑھتا ہوں اور پسند کرتا ہوں۔ آپ پر کوئی قدغن نہیں ہے۔"

جلسہ آخر ہوا۔ آغا صاحب بی این آر سنٹر کی سیڑھیاں اُترنے کے بعد نیچے پٹرول پمپ پر کھڑے کسی کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ کسی نے کہا :

"آغا صاحب! وزیرِ قانون آپ پر بہت گرم ہیں۔"

آغا صاحب نے ٹھیٹھ پنجابی میں جواب دیا :

"کی کر لے گا۔ رسالہ بند کر دے گا۔ پریس سیل کر دیگا۔ اسی پاناں بیگناں دی دکان کھول لاں گے۔"